مسکراتا ہوا، پرسکون طبیعت کا مالک، شایستہ و پروقار، ایک غیر اہم مضمون میں تمام طلبہ کی دل چسپی کا باعث بننے لگا۔ وہ پیریڈ کا کچھ حصہ خوش خطی سکھاتا جسے بچے خوشی خوشی سیکھتے۔ وہ ان سے کھل کر گفتگو کرتا۔ ان کے ذاتی معاملات میں دل چسپی لیتا۔ ان کی محدود دنیا سے انھیں دور نہ کرتا۔ وہ ان سے بغیر سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے سوال و جواب کرتا: آج صبح کی نماز کس نے پڑھی ہے؟ نماز پڑھنے والوں کو وہ انعام دیتا، ان کی حوصلہ افزائی کرتا۔ کس نے قرآن میں سے کچھ یاد کیا ہے ،وہ سنتا اور تصحیح کرتا۔ پھر جب آدھی چھٹی ہوتی تو وہ ان سے اسکول کی مسجد میں ملنے کا وعدہ کرلیتا۔ ایک ماہ کے اندر اندر وہ اسکول کے تمام طلبہ کے محبوب ترین استاد بن چکے تھے۔

یہ مضمون اختیار کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ خوش خطی سکھانے کا پیریڈ اپنے وقت پر ختم ہوجاتا۔ اس کے لیے انھیں پریڈ کے بعد کسی تصحیح کی ضرورت ہوتی اور نہ پریڈ سے پہلے کسی تیاری کی۔ وہ دن کا بقیہ اور رات کا بڑا حصہ دعوت دین اور اسکے مددگاروں (انصار) کی تلاش میں یا عبادت و مطالعے میں صرف کردیتے۔

حسن البنا ہوٹل جبلاوی الجدید میں ٹھیرتے۔ یہ ان دنوں قنا کے اعلیٰ ہوٹلوں میں سے ایک تھا۔ اس کی عمارت آج تک قائم ہے اگرچہ مرور ایام سے اس کی حالت خستہ ہوچکی ہے۔ حسن البنا کا پروگرام معمول کے مطابق یہ ہوتا کہ چار بجے ہوٹل آجاتے، کپڑے تبدیل کرتے، کچھ دیر آرام کرتے۔ پھر اخوان کے دفتر آتے اور نماز مغرب کی جماعت کرواتے۔ خشوع و خضوع سے بھرپور نماز، نہ اتنی لمبی کہ لوگ تھک جائیں اور نہ اتنی مختصر کہ صرف فرض کا بوجھ اتارنا مقصود نظر آئے۔ اس کے بعد جماعت کے دیگر معاملات نمٹاتے، اور ملاقاتیوں سے ملاقاتوں میں مصروف ہوجاتے۔ کہیں وقت دیا ہوتا تو وہاں چلے جاتے۔ کبھی کبھار دیگر اسلامی اور مسیحی تنظیموں کے ذمہ داروں سے گفتگو رہتی۔ پھر نماز عشا کے لیے تشریف لے جاتے۔ بعد میں امام غزالی کی احیاء علوم الدین سے درس دیتے۔ اس کتاب کی وہ بہت تعریف کرتے بلکہ انھوں نے ہی سب سے پہلے ہماری توجہ اس کی طرف مبذول کروائی۔ شب جمعہ نماز عشا کے بعد عام لیکچر ہوتا جس میں شہر کے کونے کونے سے لوگ شریک ہوتے' چاہے ان کا اخوان سے تعلق ہو یا نہ ہو۔ اس لیکچر میں عوام کو درپیش مسائل پر گفتگو رہتی اور دینی حوالے سے ان کا حل پیش کیا جاتا۔

○ **فطری جمال اور لوگوں سے محبت کرنے والا:** حسن البنا کی چند ماہ کی رفاقت سے مجھ پر ان کے بارے میں کئی چیزیں واضح ہوئیں۔

ان کا کیا حافظہ تھا! میں جب بھی ان سے ملا انھوں نے مجھ سے میرے اہل و عیال کی فرداً فرداً نام لے کر خیریت دریافت کی۔ یہاں تک ان لوگوں کے بارے میں بھی پوچھا جن سے ان کی ملاقات صرف چند منٹ کے لیے ہوئی تھی۔

وہ فصیح عربی پر غیر معمولی قدرت رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ فصیح و بلیغ، صاف، آسان اور واضح عربی میں گفتگو کرتے تھے۔ وہ اگر کسی شخص کے کردار پر خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو گفتگو کرتے تو صرف اتنا ہی ذکر کرتے جتنا کھوٹ اور باطل اور دین سے انحراف اس کے اندر دیکھتے۔ مرض کی تشخیص کرتے، علاج تجویز کرتے اور وہ تدابیر بتاتے جو کارگر ہوتیں۔ لوگوں کا انتخاب کرتے اور انھیں اکٹھا رکھنے کی سعی کرتے اور وہ ہمیشہ فرمایا کرتے: جن امور پر ہم متفق ہیں ان کے لیے ہم مل جل کر کام کریں گے' اور جن باتوں میں ہمیں ایک دوسرے سے اختلاف ہے ان کے بارے میں ایک دوسرے سے درگزر کا معاملہ کریں گے۔ میں نے انھیں ہر طرح کے لوگوں کے لیے فراخ دل پایا۔ جو ان سے عمر اور مناصب میں بڑے تھے یا جو ان سے عمر اور مرتبے میں کم تھے' سب کو اہمیت دیتے اور مشکلات پر قابو پانے میں ان کی مدد کرتے۔ اس مقصد کے لیے قاہرہ میں اخوان المسلمون کے مرکزی سیکرٹریٹ میں تعلقات عامہ کا ڈائریکٹوریٹ قائم ہوا۔ جس کا کام ملکی اور عالمی سطح پر اخوان کی مدد کرنا' ان کی روزمرہ مشکلات کا حل ڈھونڈنا تھا۔ شیخ البنا کی انتہائی خواہش ہوتی کہ اخوان ہمیشہ باہمی محبت و تعاون کی بنیاد پر جمع ہوں۔ وہ جہاں بھی جاتے اس بات کا اہتمام کرتے کہ وہ جہاں سے آرہے ہیں وہاں کے اخوان کا سلام اپنے تمام حاضرین کو پہنچائیں۔

حسن البنا کے دامن دل کو فطرت کا حسن والہانہ طور پر کھینچتا۔ نیل کا منظر، طلوع و غروب آفتاب کے لمحات اور پہاڑوں کا رعب و جلال انھیں بہت بھلا لگتا کیونکہ وہ اس میں خدا کی قدرت دیکھتے۔ ہمیں بارہا قنا کے جنگلوں میں ان کے ساتھ تفریح کے مواقع ملے۔ یہ جنگل شہر کے کنارے صحرا کے ایک حصے میں لگائے گئے تھے' وہاں ہم نماز مغرب پڑھتے۔ ہماری نگاہوں کو کوئی دیوار نہ روکتی اور نہ کھلے آسمان کو دیکھنے میں کوئی چیز حائل ہوتی۔ چند ہی ماہ گزرے تھے کہ انگریزی

استعمار اور اس کے اشاروں پر چلنے والی مصری حکومت نے محسوس کرلیا کہ حسن البنا بالائی مصر (صعید) میں قاہرہ سے زیادہ خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔ وہاں انھیں ایک نیا اور وسیع میدان میسر ہے۔ ایسے مخلص لوگوں سے ان کی ملاقاتیں ہوتی ہیں جنھیں تہذیبی یلغار نے خراب نہیں کیا اور خوشامد نے ان کے دل و دماغ تک راہ نہیں پائی۔ چنانچہ انھیں واپس قاہرہ بھیج دیا گیا۔

حسن البنا نے قنا سے کوچ کرنے سے پہلے رخصت کے ان لمحات میں بھی ایک عظیم کارنامہ انجام دے دیا۔ انھوں نے لوگوں کی ان سے محبت اور تعلق کو مقصدیت میں ڈھالتے ہوئے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اخوان کا یہ دفتر کسی کرایے کی عمارت کا فلیٹ نہ ہو بلکہ خود آپ کی ملکیت ہو۔ چنانچہ ہر طبقے کی طرف سے چندے کا ڈھیر لگ گیا۔ اس مرکز کی تعمیر شہر کے بہترین مقام پر ہوئی۔ اس میں ایک بڑا لیکچر ہال، ڈسپنسری، لائبریری، مسجد اور ایک مہمان خانہ قائم ہوگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقے کے عوام و خواص کے لیے مرکز نگاہ کی حیثیت اختیار کرگیا۔

○ **بعض اہم شخصیات:** میری یادداشت میں اب بھی اس دور کی بعض صورتیں نقش ہیں اگرچہ کچھ نام میں بھول گیا ہوں۔ مجھے شیخ محمد عبدالظاہر جو نکاح خواں اور لائبریری انچارج تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ ایک متحرک شخصیت جنھیں اخوان المسلمون کے خلاف کارروائی میں اپنی زندگی قید میں گزارنا تھی۔ فنکار سعد شاذلی جو فطری مصور تھے، معطر اخلاق کے مالک جنھوں نے عقوبت سہتے ہوئے جان دی۔ ایک اور صاحب جو عدلیہ کے ممتاز مشیر (ایڈوائزر) تھے۔ ہمارے گھر آتے تو نماز کی امامت کرتے اور قرآن کی بعض آیتوں کی تفسیر کرتے۔ اچانک انکشاف ہوا کہ انھوں نے قرآن حفظ کرلیا ہے۔ محمد القرط مذبح خانہ کے نگران تھے۔ وہ بھی مغرب اور عشا کی نماز پڑھاتے تو ایسے خشوع اور مٹھاس سے قرآن پڑھتے کہ چٹان بھی پگھل جائے۔ طٰہٰ عبدالسلام تھے جنھیں کوئی مشکل سے مشکل کام بھی سونپا جاتا، تو اسے کرنے کے لیے فوراً تیار ہو جاتے۔ حسین اسدی جو قنا کے صنعتی علاقے میں مدرس تھے، ان کی بہت اہم ذمہ داریاں تھیں جن کا ذکر بعد میں کروں گا۔ یہیں احمد سنہوری بھی تھے جو ہمیشہ اپنے اصولوں پر ڈٹے رہے۔ اور ابراہیم دھمش جو تعلیم اور اخوان کے ساتھ اپنا سفر جاری نہ رکھ سکے۔

○ **قاہرہ میں:** جیسے ہی شیخ البنا قاہرہ پہنچے حسین سری پاشا حکومت کے ارادے ظاہر

ہوگئے۔ ان کی مطبوعات پر پابندی لگا دی گئی۔ لیکن اخوان نے بغیر کسی خوف یا دباؤ میں آئے اپنے اعصاب قابو میں رکھے۔ انھی دنوں غالباً ۱۹۴۱ء ماہ دسمبر کے اواخر کا ذکر ہے کہ قنا آنے والی ریل گاڑی میں جو شام سات بجے پہنچتی تھی، مجاہد و متقی رہنما صالح عشماوی مرحوم قنا تشریف لائے۔ وہ حکومت انگریز سے چھپ چھپا کر شہر کے کنارے واقع ایک بنگلے میں اخوانیوں سے ملے۔ یہاں انھوں نے عشا کی نماز ادا کی اور اہم معاملات میں مشاورت کی۔ اس موقعے پر انھوں نے اخوانی قیادت کے اہم فیصلے اور پالیسی ہم تک پہنچائی: ''ہم حکومت کو اشتعال نہیں دلانا چاہتے لیکن اگر ہمیں مجبور کر دیا گیا تو ہم پوری پامردی سے حکومتی جبر کا سامنا کریں گے بلکہ اسے گھیرنے کی پوزیشن میں ہوں گے''۔ فجر ہوتے ہی وہ دوبارہ قنا اسٹیشن پہنچے۔ گاڑی پکڑی اور واپس روانہ ہوگئے۔ متعلقہ لوگوں کے علاوہ کسی کو ان کی آمد و رفت کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

ان کی روانگی کے بعد ہم نے مکمل منصوبہ بندی کی کہ ہم کیسے اہم مراکز پر انگریز کی مزاحمت کریں گے۔ بجلی و ٹیلی فون کی تنصیبات کے مراکز کو ہدف بناتے ہوئے کیسے چند منٹوں میں پورے شہر کی بجلی منقطع کر دیں گے۔ اس مہم کو کون اور کیسے سرانجام دے گا؟ چنانچہ مختلف اداروں میں کام کرنے والے ہمارے کارکن مختلف ضروری معلومات اور نقشے لے آئے۔ حسین رشدی نے بجلی منقطع کرنے کی تربیت اپنے ذمے لی کہ ہم کیسے بغیر تکلیف اٹھائے اہم مقامات کی بجلی معطل کر دیں۔ برطانوی افواج کے پڑاؤ اور اسلحے کے ذخائر کہاں کہاں ہیں، فوجی مداخلت کی صورت میں ہم کیسے ان کا مقابلہ کریں گے؟ مجھے نہیں معلوم ان دنوں قاہرہ میں کیا کیا ہو رہا تھا، لیکن چند ہی دنوں میں حسن البنا کو رہا کر دیا گیا، اخوان المسلمون سے پابندی اٹھا لی گئی۔ اور انھوں نے اپنی سرگرمیاں مزید زور و شور سے شروع کر دیں۔ اب انھیں غیر معمولی عوامی حمایت بھی حاصل تھی۔

قنا میں اخوان کی وسعت پذیر سرگرمیوں کے باوجود ہمارے انسٹی ٹیوٹ میں پڑھائی کی حالت اچھی نہ تھی۔ اساتذہ کا معیار بہت پست تھا۔ تربیتی معیار بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ کسی کا کوئی قابل ذکر تخصص بھی نہ تھا۔ ہر استاد ہر مضمون پڑھا دیتا تھا۔ شہر کی ثقافتی زندگی کا حال بھی پتلا تھا۔ انھی دنوں معہد میں نئے ڈپٹی ڈائرکٹر کامل عجلان آئے جو صحافی اور ادیب تھے۔ انھوں نے ہمارے جامد افکار میں اپنے نئے اسلوب فکر و فہم سے تہلکہ برپا کر دیا۔ مجھے انھوں نے گھٹن کی

اس فضا سے نکل جانے کے لیے ابھارا اور میں نے قاہرہ سے کوچ کرنے کا ارادہ کرلیا، اور یہ فیصلہ کیا کہ انٹرمیڈیٹ قاہرہ سے مکمل کروں گا۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو میں قاہرہ پہنچا۔ تب قاہرہ میں طرح طرح کے مظاہرے عروج پر تھے۔ وفد پارٹی کی حکومت تختِ مصر سے نہایت تلخ چپقلش کے بعد مستعفی ہوگئی تھی۔ شاہ فاروق نے احمد ماہر پاشا کو نیا وزیراعظم نامزد کیا تھا۔ پارلیمنٹ تحلیل کردی، اور پھر سے ایک ایسی سیاست کی ابتدا کردی گئی، جس کا مرکز شاہ فاروق کی ذات تھی۔

قاہرہ کے شور نے مجھے مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیا۔ طلبہ کے مظاہرے رکنے کا نام نہ لیتے تھے۔ اور طرح طرح کے ثقافتی اجتماعات، سوسائٹیوں، یونینوں اور یونی ورسٹیوں کی سرگرمیاں چین نہ لینے دیتی تھیں۔ ان میں سے بعض پروگراموں میں ہم ٹکٹ خرید کر شریک ہوتے تھے۔ اس لیے مجھے اخوان المسلمون کے مرکز سے دوبارہ رابطہ کرنے میں کچھ وقت لگا۔ یہ مرکز حلمیہ الجدیدہ کے ایک اہم میدان میں واقع تھا۔ یہ قاہرہ کے عین مرکز میں واقع تھا، تب یہ علاقے کی سربرآوردہ شخصیات کا ٹھکانا ہوا کرتا تھا۔

اس میدان میں اخوان کی دو عمارتیں تھیں۔ ایک پرانی طرز کی دومنزلہ عمارت جس میں اخوان کا پرانا مرکز اور ان کے اخبار کا دفتر تھا۔ دوسری ایک کشادہ و آرام دہ عمارت تھی جو اخوان نے حال ہی میں خریدی تھی۔ عمارت خریدنے اور ایک روزنامہ نکالنے کے لیے پورے مصر کی سطح پر اہلِ مصر نے تعاون کیا تھا۔ ملک کے تمام ہی طبقات، مال دار و فقرا، تعلیم یافتہ مزدوروں، مردوں، عورتوں اور بچوں تک نے اپنی بچتیں، اور زیورات تک اس مد میں دے دیے تھے۔ قاہرہ میں اس محل نما عمارت کے خوب صورت 'العربی ہال' میں میں نے پہلی مرتبہ حسن البنا کو قاہرہ میں دیکھا۔ ان کے گرد لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں منعقدہ اجتماعات میں سے ایک اجتماع کے بعد وہ عوام کو سلام کررہے تھے۔ انھی کے درمیان، میں نے امین الحسینی مفتی فلسطین اور بریگیڈیر صالح حرب صدر جمعیت شبان المسلمین کو دیکھا۔ وہاں دیگر بہت سی شخصیات کو میں نہیں جانتا تھا۔

میں نے مجمع چھٹ جانے کا انتظار کیا۔ پھر ان کی طرف بڑھا۔ وہ مجھے فوراً پہچان گئے اور میرا پرجوش استقبال کیا۔ پھر عادت کے مطابق میرے اہل و عیال کے بارے میں فرداً فرداً دریافت